اداریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم وبہ نستعین......

(تحقیر اہل علم ....وشامے درمجلس شیطاناں)

فقہ المعاملات میں ایک اہم معاملہ اہل اسلام کی دینی تربیت کا ہے، آغاز اسلام سے صدر اسلام تک یہ روایت رہی کہ معاشرے کا سب سے معزز طبقہ اہل علم اور تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دینے والوں کا طبقہ رہا۔اس کی بنیادی وجہ عامۃ المسلمین کے قلوب واذہان میں اہل علم کی وہ قدر ومنزلت تھی جو اکابر سے اصاغر کو منتقل ہوتی رہی ۔مسلمان حاکم وخلیفہ تک بھی اہل علم کا قدر دان تھا،اہل علم ، معلمین ، مدرسین ، فقہاء ، واعظین ، ائمہ وخطباء کی ہر کوئی عزت کرتا تھا، اور ان کی عیب جوئی کو گناہ کا درجہ حاصل تھا ، مقتدی اپنے امام کی نہ صرف نماز میں اقتدا کرتے تھے بلکہ دنیوی معاملات میں بھی وہ اس کے حکم کو اپنے لئے واجب التعمیل خیال کرتے تھے، اسی لئے چھوٹے موٹے قضایا کا فیصلہ وتصفیہ بھی انہی کے ہاں ہوجایا کرتا تھا۔ان قدردانوں کے پیش نظر صرف ایک بات تھی اور وہ یہ کہ انہی (اہل علم) کے ذریعہ علم ہم تک پہنچا ہے اور ہم جو کچھ ہیں انہی کی توجہ، محنت، شفقت اور تربیت کی وجہ سے ہیں ۔ ہماری دینی معلومات کا ذریعہ یہی لوگ ہیں اور ہم نے اگر خود کو اور خدا کو پہچانا ہے تو انہی کے توسط سے پہچانا ہے ۔ایک احساسِ احسان تھا جس کے جواب میں الا الاحسان کا عمل تاحیات جاری رہتا تھا۔مائیں اپنے بچوں کو بتاتی تھیں کہ بیٹا، ماں باپ اور استاذ کا حق کبھی ختم نہیں ہوتا۔جب تک معاملات اس منوال پر چلتے رہے اہل علم کی قدر ہوتی رہی اور جب غیر دخیلِ نظامِ اسلام ہوئے تو انہوں نے مسلمانوں کو یہ باور کرانا شروع کردیا کہ استاذ نے اجرت لے کر پڑھایا تھا، امام نے تنخواہ لے کر نماز پڑھائی حافظ نے نذرانہ لے کر قرآن سنایا، واعظ نے وعظ پر داد کے ساتھ ساتھ نقد بھی پایا تو احسان کس بات کا، اور پھر تاحیات اس کے ممنون احسان رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسی فکر نے اس سوال کو بھی جنم دیا کہ

معلم، استاذ، امام وخطیب، واعظ ومقرر، حافظ وعالم، قاری ومدرس کے لئے اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر بڑی طول طویل بحثیں کرائی گئیں، فتاوی حاصل کئے گئے، کہ قرآن پڑھانے، قرآن سنانے، قرآن پڑھ کردم کرنے، قرآن سکھانے، قرآن سمجھانے اور قرآن لکھنے لکھانے اور قرآنی علوم پر گفتگو کرنے پر اجرت لینا جائز ہے یا نہیں؟ اس طرح ایک طرف تو قرآنی علوم کی ترویج کو روکنے کی سازش کی گئی تو دوسری جانب اہل علم کو سخت آزمائش میں ڈالا گیا، بہر کیف آج جب کہ معاشی حالات پوری دنیا کے دگرگوں ہیں، اور دین دار طبقہ کے لئے مشکلات اور زیادہ بڑھ رہی ہیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اہل اسلام کو اہل علم کی قدر دانی وناقدری کے حوالہ سے چند باتیں یاد دلا دی جائیں۔

صحیح بخاری میں ہے،...... عن ابی سعید الخدری رضی الله عنه قال كنا فی مسیر لنا فنزلنا فجاء ت جارية فقالت ان سیدالحی سلیم وان نفرنا غیب فهل منكم راق، فقام معها رجل نابنه برقية فرقاه فبراء فامر له بثلاثين شاة وسقانا لبنا فلما رجع قلنا له اكنت تحسن رقية او كننت ترقى ؟ قال لا مارقيت الا بام الكتاب قلنا لا تحدثوا شيئا حتى ناتى او نسال النبى ﷺ...... فلما قدمنا المدينة ذكرناه للنبى ﷺ فقال وماكان يدريه انه رقية ؟ ، اقسموا واضربوا لى بسهم ......(انتهى)

یعنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک سفر میں ایک جگہ ٹھہرے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ اس قبیلے کے سردار کو سانپ نے ڈس لیا ہے، اور قبیلے والے موجود نہیں، تو کیا آپ حضرات میں کوئی دم کرنے والا ہے؟ پس ہم میں سے ایک آدمی اس کے ساتھ ہولیا، حالانکہ اس کے بارے میں ہم نے نہیں سنا تھا کہ وہ دم کرنا جانتا ہے، چنانچہ اس نے دم کیا اور وہ سردار اچھا ہوگیا، اس سردار نے اس دم کرنے والے کو تیس بکریاں دینے کا حکم دیا اور ہمیں دودھ پلایا۔ جب وہ شخص واپس لوٹا تو ہم نے اس سے کہا کیا آپ اچھی طرح دم کرنا جانتے ہیں یا کیا آپ دم کیا کرتے ہیں، اس نے کہا نہیں، میں نے تو سورہ فاتحہ پڑھنے کے علاوہ اسے کوئی دم نہیں کیا...... ہم نے طے کیا کہ ہمیں اس سلسلہ میں مزید کوئی بات نہیں کہنی چاہئے جب تک کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر دریافت نہ کرلیں۔ چنانچہ جب ہم مدینہ پہنچے اور حضور ﷺ کی

خدمت میں حاضر ہوئے تو ہم نے اس معاملہ کا ذکر کیا اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اسے کیسے معلوم ہوا کہ اسے (سورہ فاتحہ) پڑھ کر دم کیا جا سکتا ہے؟ بہرحال بکریاں آپس میں بانٹ لو اور ان میں میرا بھی حصہ رکھنا۔

صحیح بخاری ہی کی ایک اور روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس نے کتاب اللہ پر اجرت لی ہے۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً اجرت لینے کے سب سے زیادہ لائق کتاب اللہ ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ اجرت نہیں انعام یا ہدیہ و نذرانہ تھا، کیونکہ اس کا پہلے سے تعین نہیں کیا گیا اور نہ مطالبہ و تقاضا کیا گیا تو آیئے ایک اور حدیث دیکھتے ہیں:

صحیح بخاری ہی میں ایک اور روایت ہے کہ صحابہ کی ایک جماعت سفر میں تھی اور عرب قبائل میں سے ایک قبیلہ پر ان کا گزر ہوا انہوں نے ان سے میزبانی کو کہا، مگر انہوں نے انکار کیا، (اتفاقاً) قبیلہ کے سردار کو بچھو نے ڈس لیا انہوں نے اس کے علاج کے سب جتن کر لئے مگر فائدہ نہ ہوا، انہی میں کے ایک شخص نے کہا یہ لوگ جو یہاں آئے ہوئے ہیں ان کے پاس جا کر دیکھو کہ ان میں سے کسی کے پاس اس کا کوئی علاج ہو، وہ صحابہ کے پاس گئے اور کہا اے لوگو ہمارے سردار کو بچھو نے ڈس لیا ہے ہم نے اس کے علاج کے تمام جتن کر لئے مگر کسی سے کچھ فائدہ نہیں ہوا کیا تم میں سے کسی کے پاس کوئی علاج ہے؟ صحابہ میں سے کسی نے کہا ہاں ہے بخدا میں دم کرتا ہوں مگر..........

قد استضفناکم فلم تضیفونا فما انا براق لکم حتی تجعلوا لنا جعلا فصالحوھم علی قطیع من الغنم ...... ہم نے تم سے میزبانی طلب کی اور تم نے میزبانی سے انکار کیا چنانچہ میں بھی دم نہیں کروں گا جب تک کہ اجرت نہ دو۔ پس بکریوں کے ایک گلہ پر بات طے ہوگئی پھر وہ گئے اور انہوں نے دم کیا تو یوں لگا جیسے اس (مریض) کے رسی کے بند کھل گئے ہوں اور وہ یوں چلنے لگا جیسے کبھی کوئی تکلیف نہ ہوئی ہو۔ چنانچہ اس نے کہا ان سے جو اجرت طے ہوئی تھی وہ دے دو۔

مجموعہ ہائے احادیث میں ایک معتبر نام مصنف ابن ابی شیبہ کا ہے، اس میں مذکور ہے کہ...... **کان بالمدینة ثلاثة معلمین یعلمون الصبیان فکان عمر بن الخطاب یرزق کل واحد منھم خمسة عشر درھما کل شھر** ...... مدینہ منورہ

میں تین معلم، بچوں کو تعلیم (قرآن) دیا کرتے تھے خلیفۃ المسلمین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ان میں سے ہر ایک کو ماہانہ پندرہ درہم دیتے تھے......

علاوہ ازیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال (گورنرز) کے نام سرکلر جاری کیا جس میں فرمایا: تعلیم القرآن پر معلموں کو وظائف دو (ازالۃ الخفاء) اور اپنی قلمرو کے تمام مفتوحہ شہروں میں قرآن کی تعلیم کے مکاتب قائم کئے اور وہاں اجرت پر معلم مقرر کئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں تنخواہ دار امام اور مؤذن مقرر کئے علاوہ ازیں علماء، فقہاء اور قاضیوں کے لئے ماہانہ تنخواہیں مقرر کیں۔ (تاریخ اسلام)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند حضرت زین العابدین کی تعلیم کا مرحلہ شروع ہوا تو آپ نے انہیں حضرت عبدالرحمٰن کی خدمت میں پیش کیا اور جب انہوں نے صاحبزادے کو سورہ فاتحہ سکھا دی، اور جنابِ امام نے ان سے سورت فاتحہ سنی تو حضرت عبدالرحمٰن کو دس ہزار درہم، دس گھوڑے اور دس جوڑے کپڑے بھجوائے ...... کسی نے کہا عبدالرحمٰن اس قدر مال کے مستحق کب سے ہوگئے؟ آپ نے فرمایا جب سے عبدالرحمٰن نے میرے بیٹے کو سورہ فاتحہ سکھائی ہے......

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات مشہور ہے کہ آپ کے صاحبزادے نے جس روز سبق کا آغاز کیا اور بسم اللہ پڑھی تو آپ نے استاذ کے لئے پانچ ہزار درہم بھجوائے ......اور معذرت پیش کرتے ہوئے فرمایا اگر اس سے زیادہ کی استطاعت ہوتی تو گریز نہ کرتا۔ اور قرآن کے احترام میں وہ بھی پیش کرتا......

یہ اور ایسے متعدد آثار واقوال اس بات پر دلالت کے لئے کافی ہیں کہ اہل علم کی قدر افزائی ہونی چاہئے اور ان کے معقول وظائف مقرر کئے جانے چاہئیں۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ دین داری کا کام تو محض فی سبیل اللہ ہونا چاہئے یہ وہی لوگ کہتے ہیں جو خود اس میدان میں کبھی نہیں اترے اور نہ اپنے بچوں کو اس میدان میں کبھی لانے کی انہیں توفیق ہوئی۔ بلکہ خوف تنگ دستی و بدحالی اور معاشی پستی کے ڈر سے انہوں نے کبھی اپنے بچوں کو دینی تعلیم تک دلوانا گوارا نہیں کی۔

آج کل علماء کرام، اور دینی کام کرنے والوں کے بارے میں دین بیزار لوگ نہایت خفیف زبان استعمال کرتے اور لطائف وظرائف تراشتے رہتے ہیں، کسی ایک شخص کی کسی کوتاہی کو

سامنے رکھ کر تمام اہل علم و دین داری کا کام کرنے والوں کا مذاق اڑانا ان کا معمول بن گیا ہے، حالانکہ بے چارے خود پڑھ لکھ کر بھی جاہل ہیں اور جہالت دین کے احکام سے ناواقفیت کا نام ہے الجبرا و جیومیٹری نہ جاننے کا نہیں، کوئی ریاضی دان جو طب نہیں جانتا جاہل نہیں کہلاتا، اور کوئی ڈاکٹر جو انجنیئر نگ کی ابجد سے واقف نہیں جاہل نہیں گردانا جاتا، کوئی شاعر و ادیب کیمسٹری وطبعیات نہ جانتا ہو تو اسے کوئی معمولی شاعر و ادیب بھی جاہل نہیں کہتا، اس لئے کہ فنون سے جہالت جہالت نہیں علوم سے جہالت جہالت ہے اور علوم سارے کے سارے قرآن وسنت سے مستخرج و مستنبط ہیں۔ جو قرآن پڑھنا نہیں جانتا اسے ہر ان پڑھ اور پڑھا لکھا جاہل ہی بتاتا ہے...... کبھی کسی نے غالب اور اقبال کی ماں کو جاہل نہیں کہا کیونکہ وہ ان پڑھ ہونے کے باوجود قرآن پڑھنا جانتی تھیں سو جاہل نہیں تھیں لیکن آج کے نوجوان کو یہ بات سمجھائی اور باور کرائی جارہی ہے کہ مسجد کا ہر امام، منبر کا ہر خطیب، مدرسہ کا ہر مدرس، اور قرآن کا ہر قاری جاہل ہے...... جبکہ حدیث شریف میں ہے کہ **اکرموا العلماء فانهم ورثة الانبياء فمن اکرمهم فقد اکرم الله ورسوله**...... (کنز العمال ج۱۰) علماء کا احترام کرو کہ وہ انبیاء کے (علوم) کے وارث ہیں...... جس نے ان کا اکرام کیا اس نے گویا اللہ اور اس کے رسول کا اکرام کیا......

اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے، **ليس من امتي من لم يعرف لعلمائنا حقه** ...... جو ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے وہ میرا امتی نہیں۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ **الاستخفاف بالاشراف والعلماء كفر**...... علماء و شریف لوگوں کی توہین کرنا مانند کفر ہے......

فقہاء نے لکھا ہے:

من استخف بالعالم يكفر وتطلق امراته بائن،

جو کوئی کسی عالم دین کی تحقیر کرے تو اس نے گویا کفر کا ارتکاب کیا اور اس کی زوجہ کو طلاق بائن ہوجائے گی۔

گزشتہ دنوں ایک دوست کے ذریعہ ایک ادبی محفل میں شرکت کی دعوت ملی ہم نے علم وادب کا بہت چرچا سنا تھا سو چلے گئے، اس نشست کے باقاعدہ آغاز سے قبل گپ شپ کے دوران ہال میں موجود شعراء وشاعرات نے جی بھر کر علماء کی تخفیف، تذلیل اور مذمت کا فرض ادبی ادا کیا اور

کسی سرزمین پر ایک حد کے نفاذ کی برکت وہاں چالیس روز نازل ہونے والی بارش کی برکت سے بہتر ہے

تمام برائیوں کی جڑ دین، دین داروں اور اہل علم کو بتایا۔ بیچ میں کبھی کبھار اللہ اور رسول ﷺ کا نام بھی آجاتا تھا، جب نماز کا وقت ہوا راقم نے گزارش کی کہ نماز کے لئے چلتے ہیں تو کہا کون سی نماز؟ اللہ نے کوئی نماز فرض نہیں کی یہ تو مولوی نے اپنی روٹیاں کھری کرنے کے لئے حیلہ تراشا ہے، ویسے آپ چونکہ عادی ہوں گے اس لئے اللہ سے دو ہاتھ کر آئیے (نقل کفر کفر نباشد)............افسوس کہ ان لوگوں کی دینی تربیت نہ ہوسکی ورنہ ایسی گفتگو کی جراءت شاید نہ کرتے............

جناب چوہدری محمد سعید الراعی کی نئی کاوش

☆

جامع الکلام

☆

شائع ہوگئی ہے......موضوع اچھوتا علمی، ریاضیاتی اور معاشی

صفحات ۵۳۶۔ نفیس سرورق۔ قیمت ۴۷۵ روپے

ملنے کا پتا: مکان نمبر F-868 ایف بلاک سیٹلائٹ ٹاؤن، راولپنڈی

فون 051-4414104 موبائل 03335147514

حرمتِ تکفیر مسلم نمبر......خصوصی اشاعت

مجلہ فقہ اسلامی کا گزشتہ شمارہ حرمتِ تکفیر مسلم نمبر، خصوصی شمارہ تھا اس کی قیمت عام قارئین کے لئے ۱۵۰ طلبہ مدارس دینیہ کے لئے صرف ۱۰۰ روپے ہے۔ کراچی کے علاوہ دیگر شہروں کے قارئین دس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھی ارسال فرمائیں۔

☆امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی☆